معاصر مسلم معاشرت میں اخوتِ اسلامی کی تاسیس: اسوۂ نبوی و صحابہ کرام کا مطالعہ

Establishment of Islamic Brotherhood in Contemporary Muslim Societies: A Study of of the Models of the Prophet and his Companions

*Naveed Iqbal

**Dr. Summayah Rafique

Abstract

Along with manifold other problems, contemporary Muslim societies are facing the issue of disunity and conflict. Every sensitive Muslim wants this problem to end and the Islamic societies to become a good example of Islamic brotherhood. Addressing this problem, the present article aims at pointing out the relevant examples from the biographies and teachings of the Prophet (ﷺ) and his companions. Presenting and interpreting the multiple examples from the lives of the Holy Prophet and his Companions on the subject, the article proves that an ideal Muslim brotherhood in the contemporary Muslim societies can be established imitating these beautiful characters and conducts.

Keywords: Islamic brotherhood, Prophet, compassions, contemporary Muslim society

معاصر مسلم معاشرت میں بے پناہ تشتت و انتشار پایا جاتا ہے۔ ہر درد مند مسلمان کی خواہش ہے کہ یہ انتشار، لڑائی جھگڑے اور باہمی نفرت و بغض کا خاتمہ ہو اور اسلامی معاشرہ اخوت اسلامی کا خوب صورت نمونہ بن جائے۔ اس تناظر میں جب ہم نے غور کیا تو واضح ہوا کہ آں حضور ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام کے اسوے میں ایسی بے شمار مثالیں اور تعلیمات ہیں جو اس عظیم مقصد کے لیے بنیاد بن سکتی ہیں۔ اسی محرک کے تحت اس مضمون میں حضور ﷺ اور صحابہ کی

* PhD Scholar, Islamic Studies, Faculty of Social Sciences, NUML, Islamabad

**Assistant Professor of Islamic Studies, Faculty of Social Sciences, NUML, Islamabad

زندگیوں سے ان مثالوں کو سامنے لایا جارہاہے، جو عصرِ حاضر میں اسلامی معاشرت میں اخوت کی تاسیس میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

ایثار و فداکاری

جب بھی اخوت کے عنوان پر گفت گو کی جاتی ہے، تو درحقیقت ایثار و فداکاری کا موضوع زیر بحث ہوتا ہے۔ ایثار کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کو اپنے نفس پر مقدم سمجھے اور اس کی مصلحت کو اپنی ذاتی مصلحت پر ترجیح دے، اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھے۔ ایثار ایک ایسا مقام ہے جس پر صاحبانِ صبر و کمال ہی فائز ہو سکتے ہیں۔ یہ برادری کا سب سے اعلیٰ مقام اور اخوت کا سب سے بلند درجہ ہے۔ حضور ﷺ کی مبارک زندگی میں ایثار وفداکاری، کا وصف کمال پر تھا۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام اپنی واجب ضرورتوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے دوسروں کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے ان کی خواہش کو اپنی پسند پر مقدم فرماتے تھے۔ لوگوں نے اس ایثار کی وجہ سے اپنے دلوں میں خاتم الانبیاء ﷺ کی قربت و محبت اس طرح محسوس کی کہ اپنا آبائی دین چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ایثار سے متعلق فرمایا تھا:

> **"انک لتصل الرحم وتحمل الكل وتکسب المعدوم و تقری الضیف و تعین علیٰ نوائب الحق"**[1]
>
> آپ رشتہ داری کو ملاتے اور کمزور کا بوجھ خود اٹھا لیتے اور جو چیز ان کے پاس نہ ہوتی وہ لا کر انھیں دیتے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اور مشکل میں حق دار کی مدد کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کا درج ذیل فرمان بھی آپ کے وصفِ ایثار و فداکاری کو نمایاں کر رہا ہے:

> **ما احب ان اُحدا ذاک عندی ذهب امسی ثالثة، عندی منه دینارٌ، الا دینارا اُرصده لدین**[2]
>
> میرے پاس اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے، ہاں! اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔

جب آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دعوت کا آغاز کیا تو ایثار و فداکاری کی حقیقت کو نہ صرف خود سمجھا اور اپنایا بلکہ اپنے مددگار رشتہ داروں کو سمجھایا۔ آپ ﷺ کی بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس مقدس دعوت کی خاطر اپنی ساری دولت لٹا دی۔ لوگوں کی دعوت اسلام دینے کے لئے جتنے بھی پروگرام ہوتے ان کے تمام اخراجات وہ خود اٹھاتیں، یہی

---

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح (الریاض، دار السلام، 1999ء) رقم الحدیث: 6999۔

[2] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 3۔

وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی یہ امیر ترین خاتون فوت ہوئیں تو ان کی ملکیت میں کفن خریدنے کے لئے بھی رقم نہ تھی۔[3] سیدنا انس بن مالک فرماتے ہیں کہ دیہاتی آپ ﷺ کی محفل میں آیا اور اپنی ناداری و مفلسی کا تذکرہ کیا اور کچھ مالی امداد چاہی تو آپ ﷺ نے پہاڑوں کے درمیان چرنے والی ساری بکریاں اس کو عطا فرمادیں، وہ اعرابی واپس گیا اور اپنے قبیلہ والوں سے کہنے لگا: **یا قوم! اسلموا، فان محمدا لیعطی عطاء لا یخاف الفقر۔**[4] " میری قوم! تم سب کے سب اسلام قبول کر لو کیونکہ محمد ﷺ تو اتنا کچھ دیتے ہیں کہ انھیں فقر و فاقہ کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔" سیدنا جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں:

ما سئل رسول اللہ ﷺ شیئا قط، فقال :لا۔[5]

کبھی کسی چیز کا رسول اللہ سے سوال نہیں کیا گیا کہ جواب میں آپ نے 'نہیں' فرمایا ہو۔

رحمت للعالمین ﷺ کسی بھی حاجت مند کو رد نہیں فرماتے تھے، اگرچہ آپ خود مطلوبہ چیز کے حاجت مند ہوتے۔ سیدنا سہل سے روایت ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کے لیے تحفہ میں موٹی چادر لائی جس کے کنارے بُنے ہوئے تھے اور آکر عرض کرنے لگی: میں نے اس چادر کو اس لئے بُنا ہے تاکہ آپ کو پہناوں! آپ ﷺ نے چادر لے لی اور آپ ﷺ کو ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ ہمارے پاس آئے تو ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور عرض کیا: یہ کتنی خوبصورت ہے، یہ مجھے پہنا دیجیے! آپ ن ﷺ ے اُسی وقت وہ چادر اُسے عنایت فرمادی۔ لوگوں نے اس آدمی سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ کو خود ضرورت تھی اور تم نے مانگ لی حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ وہ انکار نہیں کرتے؟ اس شخص نے کہا:

"انی واللہ ما سالتہ لالبسہ؛ انما سالتہ لتکون کفنی۔ قال سھلٌ فکانت کفنہ"[6]

اللہ کی قسم! میں نے یہ اس لئے نہیں مانگی کہ اس کو پہنوں بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ اس کو اپنا کفن بناؤں! سیدنا سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر یہی چادر اس کا کفن بنی۔

آپ ﷺ کو خود بھی ضرورت تھی، لیکن آپ ﷺ نے جذبہ ایثار و قربانی کا درس دیتے ہوئے سائل کو ترجیح دی۔ جب تنگ حالی اور حاجت مندی میں آپ ﷺ کی عطاو بخشش کا یہ عالم تھا، تو خوشحالی میں آپ کی عطا کا کیا حال ہو گا! ابن رجب حنبلی 'لطائف المعارف' میں رقم طراز ہیں کہ عرب شاعر ابو تمام کے یہ اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ہمایوں کے لئے ہی موزوں ہیں:

---

[3] ابن حنبل، مسند أحمد (الریاض، بیت الافکار الدولیہ، 1998ء)، 5:256۔

[4] مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح (الریاض، دار السلام، 1998ء)، رقم الحدیث: 2312۔

[5] محمد بن یزید ابن ماجہ، السنن (الریاض، دار السلام، 1999ء)، رقم الحدیث: 6034۔

[6] ابن ماجہ، السنن، رقم الحدیث: 3555۔

تعود بسط الكف حتى لو انه ثناها لقبض لم تجبه انا مله
تراه اذا ما جئته متهللا كانک تعطيه الذى انت سائله
هو البحر من اى النواحى اتيه فلجته المعروف والجود ساحله
لو لم يكن فى كفه غير روحه لجاد بها فليتق الله سائله[7]

"اس کا ہاتھ کشادگی کا اتنا عادی ہوا کہ اگر وہ مٹھی بند کرنے کے لئے اسے دُہرا کرے گا تو انگلیاں انکار کر دیں گی۔ تم دیکھو گے کہ جب تم اس کے پاس خوشحالی میں آئے تو وہ تجھے اس طرح عطا کرے گا گویا کہ تو سائل ہے۔ وہ ایسا بحرِ ذخار ہے کہ آپ جس کنارے پر آئے، اس کی گہرائی معروف ہے اور سخاوت اس کا ساحل ہے۔ اگر اس کے ہاتھ میں صرف اپنی ہی جان ہو تو وہ خوشی کے ساتھ پیش کر دے گا کہ سائل اللہ سے ڈر جائے گا۔"

خلیفہ چہارم جنابِ علی کا شب ہجرت بستر رسول ﷺ پر سو جانا ایثار و فداکاری کی ایک عظیم مثال ہے۔ ربیع الاول کی پہلی رات جب قریش نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا تو آپ ﷺ پر وحی کے وہی الفاظ نازل ہوئے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہی خواہ نے ان سے کہے تھے: اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ[8] "شہر کے سردار آپ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں لہٰذا آپ یہاں سے نکل جائیں۔" آپ ﷺ نے اس رات سیدنا علیؓ سے فرمایا: "اے علی! تمھیں آج رات جانثاری کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ میں رات کے وقت جو چادر اوڑھ کر سوتا ہوں وہی تم اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاو۔"[9] قرآن کریم نے سیدنا علیؓ کی اس فداکاری کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ"[10]

اور کچھ احباب ایسے بھی ہے جو حصول رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جان فروخت کر دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مشفق ہے۔

پھر سفر ہجرت میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق کا ایثار ملاحظہ ہو، جب وہ غار کے دہانے پر پہنچے تو سیدنا صدیق نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ذرا سا باہر ہی ٹھہریے تاکہ میں غار کا اچھی طرح جائزہ لے لو، جب انھوں نے غار میں ایک جگہ سوراخ دیکھا تو اس پر اپنا پاوں رکھا اور گزارش کی، اے اللہ کے رسول! میں نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ اگر کوئی موذی جانور ہو تو وہ مجھے ہی نقصان پہنچائے اور آپ ﷺ اس سے محفوظ رہیں۔ سیدنا ابو بکرؓ ہمیشہ خائف رہتے کہ مبادا کوئی ان

[7] عبد الرحمٰن بن احمد الحنبلی الدمشقی، لطائفُ المَعَارِف (لاہور، مکتبۃ العلم، 1423ھ)، 195۔

[8] القصص 28: 20۔

[9] سید سعید روحانی، تاریخ اسلام در آثار استاد مطہریؒ (کراچی، جامعہ تعلیمات اسلامی، 2015ء)، 58۔

[10] سورۃ البقرۃ 2: 207۔

کی زندگی میں حبیب خداؐ کو اذیت سے دوچار کرے یا آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی جان کے درپے ہو، بلکہ آپ ہمیشہ یہ تمنا کرتے تھے کہ اپنی ہر چیز حتیٰ کہ اہل وعیال کو رسول رحیمؐ پر قربان کردیں۔[11]

سفر ہجرت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خاتم الرسل ﷺ کے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے، تو کہیں سے دودھ لے آئے اور آپ ﷺ کے حضور پیش کیا، حالانکہ اس وقت وہ خود بھی بھوکے تھے۔ روایت میں ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ بعد میں یہ واقعہ بتایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے دودھ پی لیا تو درحقیقت میں سیراب ہو گیا۔ یعنی دودھ تو آپ ﷺ نے پیا لیکن سیراب میں ہو گیا۔[12]

نیک بخت لوگ خیر کی تقسیم میں بخل سے کام نہیں لیتے اسی لئے ان کی سعادت اور نیک بختی دوچند ہو جاتی ہے، جبکہ بد نصیب خیر کو اپنی ہی ذات میں سمیٹ کر رکھتے ہیں، جو ان کے سینوں ہی میں گھٹ کر ختم ہو جاتی ہے۔ سیدنا علی شیر خداؓ سے منقول ہے:

بالایثار علی نفسک تملک الرقاب[13]

ایثار اور فداکاری کے ذریعے تم دوسروں کو اپنا بندہ بنا سکتے ہو۔

سچا اور مخلص بھائی وہ ہے جو ہمیشہ اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کے لئے خود ضرر اٹھائے۔ جب وہ گردش زمانہ میں مبتلا ہو تو وہ اسے سنبھالا دینے کے لئے اپنے آپ کو پراگندہ کر دے۔ جس طرح اپنی جان، مال، اہل وعیال اور مال و منال کی حفاظت و عزت پیاری ہے اسی طرح بھائیوں کی ان سب چیزوں کی نگرانی و آبرو بھی عزیز ہونی چاہیے۔ ایسا ایثار اور فداکاری چاہنے والوں کے دل جیتنے کی کنجی ہے۔

مذکورہ بالا تمام واقعات اور نصوص سے واضح ہوا کہ نبی رحمت ﷺ نے خود اور آپ کے زیر تربیت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اخوت کے فروغ کے لئے عملی طور پر ایثار و فداکاری کی ایسی ایسی بے نظیر مثالیں پیش کیں کہ تاریخ میں ایسی مثال کسی اور امت میں نظر نہیں آتی۔ لہٰذا آج بھی اخوت کی تاسیس و تشکیل کے لئے ایثار کو بنیاد بنا کر اسی نہج پر دوبارہ امت مسلمہ کے پیروکاروں کو رشتہ اخوت سے منسلک کیا جا سکتا ہے۔

عفو و درگزر اور احسان

حضور ﷺ غیر معمولی عفو و درگزر کے مظاہرہ کرکے اور برائی کا بدلہ احسان سے دے کر لوگوں کے دل جیت لیا کرتے تھے۔ لوگوں کو بھلائی کے راستے پر لانے کے لئے آپ ﷺ کو بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سردار ابو طالب کی رحلت کے بعد قریش کی جانب سے آپ ﷺ پر دباو اور اذیتیں بڑھ گئیں اور مکہ میں تبلیغی کام دُشوار

---

[11] احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہؒ، منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ (القاہرہ، مکتبۃ ابن تیمیہ)، 4: 263۔

[12] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 3346۔

[13] عبد الواحد آمدی، غرر الحکم و درر الکلم، (قم، موسسہ آل البیت، 1422ھ)، 693۔

ہو گیا تو آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے مکینوں کو وحی کی تعلیمات کی دعوت دیں، شاید وہاں پر ان کا کوئی ناصر ومددگار پیدا ہو جائے! آپ ﷺ نے طائف میں قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے انھیں اسلام کا پیغام سنایا۔ انھوں نے قبول نہ کیا، بلکہ آپ کا تمسخر اڑانے لگے۔ آپ ﷺ بنو ثقیف سے نااُمید ہو گئے، تو اُن سے کہا کہ کم از کم آپ لوگ اس بات چیت سے دیگر لوگوں کو مطلع نہ کریں تاکہ وہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کریں۔ انھوں نے یہ بات بھی نہ مانی بلکہ اپنے غلاموں اور ناسمجھ بچوں کو نبی خیر الوری ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ لوگ دو صفیں بنا کر اللہ کے رسول ﷺ کے راستے میں بیٹھ گئے۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو بے تحاشہ آپ کے پائے مقدس پر پتھر برسانے لگے۔ انھوں نے سنگ باری کرتے کرتے آپ کے پاوں مبارک خون سے رنگین کر دیے۔ یہ سب سے زیادہ سنگین تکلیف تھی جو آپ ﷺ کو راہ حق میں جھیلنی پڑی۔[14] آپ ﷺ کے دونوں پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ آپؐ انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اس حال میں آپ ﷺ نے دُعا کی:

"اللهم اليک اشکو ضعف قوتی وقلة حيلتی وهو انی علی الناس يا ارحم الراحمين انت رب المستضعفين وانت ربي الی من تکلني؟ الی بعيد يتجهمني ام الی عدو مکلته امری؟ ان لم يکن بک غضب علي فلا ابالي ولکن عافيتک هی اوسع لي"[15]

"اے اللہ! میں اپنی ناتوانی، بے سروسامانی اور اپنے تئیں لوگوں کی اہانت کے تجھ سے فریاد کرتا ہوں، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! عاجز و درماندہ لوگوں کا مالک تو ہی ہے، مجھے کس پر چھوڑا ہے کیا اس بندے پر جو مجھ پر تیوری چڑھائے؟ یا اس دشمن پر جو میرے کام پر دسترسی رکھتا ہے؟ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ تیری عطا کی ہوئی عافیت میرے لیے بہت وسیع ہے۔"

بعد ازاں آپ ﷺ واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل دیے۔ جب آپ ﷺ قرن الثعالب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ اُن کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اگر آپؐ اشارہ فرمائیں تو دائیں اور بائیں طرف والے پہاڑوں کو ٹکرا کر طائف والوں کو پیس ڈالے۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کے لئے معنوی طور پر ایک بڑا سہارا تھا)۔ پہاڑوں کا فرشتہ انتظار میں تھا مگر آپؐ نے جوشِ انتقام اور نفس کی خواہشات کو کچلتے ہوئے فرمایا **"بل ارجو ان يخرج الله من اصلابهم من يعبدالله وحده لا يشرک به شيئا۔[16]"** (نہیں!) بلکہ مجھے

---

[14] ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ، دلائل النبوۃ (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1405ھ)، 2: 414۔

[15] ابی جعفر محمد بن جریر الطبریؒ، تاریخ الامم والملوک (بیروت، دار القاموس الحدیث، س ن)، 2: 426۔

[16] عماد الدین اسمٰعیل بن عمر ابن کثیرؒ، البدایۃ والنھایۃ (القاھرہ، دار الریان للتراث، 1988ء)، 3: 150۔

اُمید ہے کہ اللہ اسی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لاشریک کی پوجا کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گے۔"

اس بے مثال جواب سے رسول اللہؐ کی ممتاز و یگانہ شخصیت جھلکتی ہے اور آپؐ کے اس خلق عظیم کا اظہار ہوتا ہے جو رب کائنات نے آپؐ کو خاص طور پر عطافرمایا تھا۔ لہٰذا مخلص بھائی کو ہر حال میں یک طرفہ اخلاق کا پابند ہونا چاہیے اور اسے اپنا انعام اپنے رب سے پانے کی اُمید رکھنی چاہیے۔ اپنے بھائی کی طرف سے برائی اسے نہ ابھارے کہ وہ بھی اس کے نقصان کے درپے ہو جائے۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وما زاد الله عبدا بعفو الا عزا۔[17]

جس بندے نے عفو و درگزر سے کام لیا، اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔

"ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ[18]" برائی کو بھلائی سے ہٹاو، پھر وہ آدمی جس کے اور آپ کے درمیان عدات ہے وہ گہرا دوست بن جائے گا۔ "

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ نبی رحمتؐ نے اپنے لئے کبھی بدلہ نہیں لیا۔ نہ کبھی کسی عورت یا غلام کو مارا، الا یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ کو گزند پہنچایا گیا ہو اور آپ نے اس کا انتقام لیا ہو۔ ہاں اللہ کے محارم میں سے کسی شے کی بے حرمتی کی جاتی تو آپؐ اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔[19]

سیدنا علیؓ فرماتے ہیں: **الناس أبناء ما يحسنون**[20]" لوگ اپنے محسنوں کے بیٹے ہوتے ہیں۔" احسان کا بدلہ دینے کا جذبہ بھی اخوت کے محرکات میں سے ہے۔ چاہے احسان کا بدلہ دعاوں کے ذریعے چکایا جائے یا بھائی کے اچھے ذکر کے ذریعے۔ آپؐ نے سیدنا ابو بکرؓ کے بارے میں فرمایا: "میں نے سب کے احسانات کے بدلے چکا دیئے، سوائے ابو بکرؓ کے کہ ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چکائے گا۔"[21] اگر انسان آپ کو اینٹ مارے تو اس اینٹ کو سنبھال لیں، جو گھر تعمیر کرنے میں آپ کے کام آئے گی۔ اپنے دل کو محبت، درگزر اور شفقت سے معمور کریں، صرف سوختہ بخت انسان ہی اپنے دل کو حسد، نفرت اور انتقام کی آگ سے جلائے رکھتا ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں پر احسان کریں گے تو ان کے دلوں کو غلام بنالیں گے اور احسان سے بنایا ہوا غلام دیر پا ہوتا ہے۔

---

[17] قشیری، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2588۔

[18] سورۃ فصلت 41: 34۔

[19] بخاری، صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3560۔

[20] ابو عمر یوسف بن عبد اللہ الاندلسی، جامع بیان العلم و فضلہ (القاھرہ، دار الکتب الحدیثۃ، س ن)، 1: 198۔

[21] عزّ الدین ابی الحسن علی بن محمد الجزری، جامع الاصول فی احادیث الرسول (مکتبۃ دار البیان، 1389ھ)، رقم الحدیث: 6405۔

چاہنے والوں پر احسان کی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان انھیں راہِ حقیقت، اخلاقی فضائل، فقہی ذمہ داریاں اور تقرب الٰہی کے حصول کے طریقے بتائے۔ کافر اور مومن کے لئے اس طرح کی خیر خواہی انبیاے کرام علیہم السلام کی صفت ہے۔احسان دنیا اور آخرت میں چین و سکون کا سبب ہے۔ اگر بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاو کیا جائے گا تو یہ مشکل گھڑی میں اپنے بھائی کے کام آئیں گے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوگا تو نتیجہ نفرت و عداوت کی شکل میں سامنے آئے گا اور معاشرہ برباد ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا واقعات اور نصوص سے پتہ چلا کہ عہد رسالت میں اخوت کے فروغ کے لئے نبی دو جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر بھائی چارے کے لئے جس عمل کو مستحکم اور دائمی محسوس کرتے ہوئے بطور مثال صحابہ کرام اور کفار میں چھوڑا وہ احسان اور عفو و در گزر ہے۔ لہٰذا اس کو اپنا کر عصر حاضر میں اخوت کو فروغ دیا جا سکتا ہے اور اسی احسان اور عفو و در گزر کو اپنی عملی زندگی میں لا کر مواخات جیسے مقدس رشتہ کے اثرات سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اہل مساجد کی معیت

اللہ کے گھروں میں آمد و رفت کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ مومن کو ایک اچھا اور صالح بھائی نصیب ہو جاتا ہے۔ مساجد میں ہمہ وقت رحمتیں نازل ہوتی ہیں، فرشتے مسجد میں آنے والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور سیدنا زکریا علیہ السلام کو خوشخبری بھی اپنی عبادت گاہ ہی میں ملی تھی۔ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدری سے منقول ہے کہ آپ ﷺ ایسے آدمی کے پاس تشریف لائے جو سورۂ حجر اور سورۂ کہف پڑھ رہا تھا۔ وہ (آپ کو دیکھ کر) خاموش ہو گیا تو رسول اللہؐ نے کہا: یہ وہ مجلس ہے جس کے بارے مجھے کہا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھوں۔"[22] جب رب العالمین اپنے حبیب ﷺ اور مخلوقات میں سے اپنی محبوب ترین ہستی سے ایک عمل کا خواستگار ہے اور اس سلسلے میں انھیں مشقت برداشت کرنے کا حکم دے رہا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ عام لوگوں سے یہ نہ چاہے؟ یوں یہ انداز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسئلے کی انتہائی اہمیت کا عکاس ہے۔ یعنی ایسے افراد سے بھائی چارہ کیجیے جن کی زندگی بس اللہ کے لئے ہو وہ صرف اسی کی عبادت کرتے ہوں اور ان کا مقصدِ وحید اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اقدس ہو۔ کیونکہ ایسے افراد کی اخوت ایمان میں اضافہ کرتی ہے اور وہ آپ سے اپنی دوستی کے بندھن کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے عہد و پیمان پر باقی رہتے ہیں۔

ایسے ہی اہل اللہ اور مساجد کی زینت بننے والے اصحاب صفہ سے خاتم النبیین جناب رسول اللہؐ نے بھائی چارے کے ماحول کو پروان چڑھایا تھا اور عملی طور پر انھی لوگوں سے رشتہ مواخات قائم کیا ہوا تھا۔ واضح ہوا کہ اخوت کی تاسیس کی عملی مثال جناب رسول اللہؐ کی سیرت طیبہ سے ہمیں قرآن و حدیث کے طلبہ سے محبت کرنے اور ان کی مجالس میں شریک ہونے سے ملتی ہے جس سے طلبہ کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور مواخات کی فضا کو فروغ ملتا ہے۔

---

[22] جلال الدین عبد الرحمان، تفسیر الدرّ المنثور فی التفسیر الماثور (لاہور، دار الاشاعت، 2012ء)، 5: 377۔

احساس اخوت

آں حضورﷺ نے بعض دفعہ اخوت کے رشتہ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے اصحاب کو احساس دلایا کہ وہ اس مقدس رشتہ مواخات کی وجہ سے آپؐ سے منسلک ہیں، جیسا کہ مواخات مدینہ کے موقع پر علی المرتضیٰؓ کو اس ایمانی رشتہ سے اپنے ساتھ منسلک کیا تھا۔ اسی طرح ایک اور مشہور واقعہ احادیث اور سیرت کی کتب میں موجود ہے کہ جب سیدنا عمرؓ ایک دفعہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہونے لگے تو آپﷺ نے فرمایا:

لا تنسانا یا اخی فی دعائک[23]

اے میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاوں میں یاد رکھنا۔

سیدنا عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کی تمام قیمتی اشیا آپﷺ کے الفاظ "یا اخی" کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہیں۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائیں اور جو بھی آپ سے ایک مرتبہ ملے، تازیست آپ کی میٹھی باتیں اس کو یاد رہیں تو اپنی گفت گو کو دلآویز، نرم اور دلنشیں بنائیں۔ اور اسے اپنائیت کا احساس دلائیں کہ آپ کے اور اس کے درمیان بڑا گہرا رشتہ ہے، جیسے سگے بھائیوں کا باہمی رشتہ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں نبی ﷺ نے حضرت عمر کو اسی رشتہ اخوت کی یاد دہانی کے ذریعہ اپنائیت کا احساس دلایا جو کہ عملی طور پر اخوت کا اظہار ہے۔ گویا اخوت کی تاسیس میں اظہار اپنائیت ضروری ہے۔

مریضوں کی عیادت

مریض کی مزاج پرسی کرنے سے مریض کے دل میں اُمید و محبت کے ایثار پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی چیز ہے جو جلد شفا یابی میں بہت موثر ہے۔ شاید یہ زندگی کے وہ سعادت مند ترین لمحات ہیں جن میں انسان کو اپنے چاہنے والوں کے لئے قربانی دینے کا موقع ملتا ہے۔ اس سے الفتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور محبت بڑھ جاتی ہے۔ اسی بناپر اسلام نے بیماروں کی عیادت کی طرف رغبت دلائی اور تاکید کی کہ مریض کے پاس بیٹھ کر تسلی اور حوصلہ دلانے والی باتیں کی جائیں اور اس کے پاس موت کا ذکر نہ کیا جائے۔ نبی کریمؐ نے مسلمان کے مسلمان پر جو چھ حقوق بیان فرمائے ہیں اُن میں سے ایک حق یہ بیان فرمایا کہ: **یعودہ اذا مرض**[24] "وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔" سیدنا ثوبانؓ سے مروی ہے کہ آپﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفۃ الجنۃ حتی یرجع[25]

---

[23] سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن (الریاض، دارالسلام، 1999ء)، رقم الحدیث: 1498۔

[24] ولی الدین محمد بن عبداللہ التبریزی، مشکوٰۃ المصابیح (دمشق، المکتب الاسلامی، 1961ء)، رقم الحدیث: 4630۔

[25] قشیری، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2568۔

جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرنے جاتا ہے تو وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ بلا امتیاز صحابہ کرامؓ کی تیمارداری فرماتے تھے۔ سیدنا سعدؓ ایک بار مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہو گئے۔ آپؐ ان کی تیمارداری کے لئے گئے۔ سیدنا سعدؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا، میرے چہرے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی، اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرما، میں آج تک رسول اللہؐ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پاتا ہوں۔"[26] سیدہ اُم العلاءؓ کا بیان ہے کہ آپؐ میری عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا: "اے اُم العلاء! خوش ہو جاو، مسلمان کو بیماری آنے سے اس کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں جس طرح آگ میں سونے چاندی کی میل کچیل صاف ہو جاتی ہے۔"[27]

بیمار پرسی کے حوالے سے البتہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ ضروری آداب کو ملحوظ رکھیں۔ مثلاً یہ کہ ایسے وقت میں مریض کے پاس نہیں جانا چاہیے جو اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ بلاوجہ بہت زیادہ لوگ بھی اس کے پاس جمع نہ ہوں، ملاقات ممکن نہ ہو تو فون کے ذریعے بھی حال پوچھا جاسکتا ہے۔ مریض کے آرام اور نماز کے وقت کا خیال رکھنا چاہیے، عیادت کے لئے جائیں تو تحفہ اور ہدیہ ضرور لے کر جائیں۔ ایسے پھل لے کر نہ جائیں جو مریض کے کام نہ آئیں، مہنگے پھولوں کا گلدستہ لے جانا بھی کسی کام نہیں آتا، سب سے بہتر یہ ہے کہ سیرت طیبہ یا دیگر اسلامی موضوعات پر مبنی کوئی اچھی کتاب یا رسالہ لے کر جائیں، یہ مریض کو کہیں زیادہ فائدہ دیں گے۔

درج بالا نصوص و واقعات اور عملی مثالوں سے واضح ہوا کہ نبی رحمتؐ اخوت کے عملی اظہار کے لئے مریضوں کی عیادت کے لئے جاتے تھے اور واضح رہے کہ عیادت کرنا مواخات کو دوام بخشنے کے لئے ضروری ہے اسی لئے آپؐ اس کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔ لہٰذا اخوت کی تاسیس میں یہ چیز بھی قابل التفات ہے کہ کسی کی خوشی و غمی میں شریک ہوا جائے۔

ساتھوں میں عدل وانصاف

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا جو بھائیوں میں اپنے آپ کو بڑھ کر سمجھتا ہو اور مشترکہ معاملات میں عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے۔ ایسا کرنا ہلاکت کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔ صالح بھائی تمام امور میں عدل کو ملحوظ رکھتا ہے۔ مثلاً ایک دن آپؐ نے اپنی رضائی ماں سیدہ حلیمہ سعدیہؓ سے پوچھا: میرے بہن بھائی کہاں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے مویشیوں کو چرا رہے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی برکت سے ہمیں دیا ہے۔ یہ سن کر آپؐ

---

[26] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 5227۔

[27] ابو داود، السنن، رقم الحدیث: 3092۔

نے فرمایا: اے ماں! پھر اس طرح تو آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ میں ابھی چھاوں میں آرام سے ہوں اور میرے بہن بھائی شدید دھوپ میں بکریاں چرا رہے ہیں، جب کہ دودھ میں بھی پیتا ہوں۔[28]

سیدنا عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے خاندان والوں کے مویشی چرایا کرتا تھا اور رسول اللہؐ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ایک دن میں نے عرض کیا: اے محمدؐ! کیا آپؐ نے کبھی "فخ" کی چراگاہ کو دیکھا ہے؟ کیا آپؐ وہاں بکریاں چرانا پسند کریں گے؟ میں نے جب اس چراگاہ کو دیکھا تو میری نظریں خیرہ ہو گئیں۔دوسرے دن جب میں "فخ" کی چراگاہ میں مویشی لے کر پہنچا تو دیکھا کہ آپؐ اپنے مویشی لے کر مجھ سے پہلے وہاں پہنچے ہیں اور اپنی بھیڑ بکریوں کو چرنے سے روکا ہوا ہے اور کھڑے ہیں۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے:

انی کنت واعدتک فکرھت ان ارعی قبلک[29]

ہم دونوں نے کل وعدہ کیا تھا کہ ہم یہاں آئیں گے لیکن یہاں میں پہلے پہنچا ہوں، مجھے یہ بات پسند نہیں آئی کہ میری بھیڑ بکریاں تمھاری بکریوں سے پہلے چراگاہ میں چریں۔

ایک دفعہ ایک سفر میں بکری ذبح کرنے کی ضرورت پڑی تو ایک صحابیؓ نے کہا کہ اسے میں ذبح کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں اس کی کھال اتاروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں اسے پکاوں گا۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا: میں لکڑیاں جمع کروں گا۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپ نہ کریں، ہم ہی کریں گے، ہم کافی ہیں۔ لیکن آپؐ نے فرمایا:

قد علمت انکم تکفونی ولکنی اکرہ ان اتمیز علیکم فان اللہ یکرہ من عبدہ ان یراہ متمیزا بین اصحابہ و قام فجمع الحطب"[30]

مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ میرے بدلے کام کروگے لیکن یہ بات مجھے ناپسند ہے کہ میں تم میں ممتاز ہو جاوں، کیونکہ اللہ اس بندے کو ناپسند کرتا ہے جو دوسروں سے اپنے آپ کو بڑھ کر سمجھتا ہے۔ یہ کہ کر آپ ﷺ نے اٹھ کر لکڑیاں جمع کرنی شروع کیں۔

سیدنا ابو ذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ ہمارے درمیان اس طرح گھل مل کر بیٹھتے کہ باہر سے کوئی اجنبی آتا تو آپؐ کو نہیں پہچان سکتا تھا، بلکہ اسے پوچھنا پڑتا تھا اور ہم اسے بتاتے تھے۔ابو ذرؓ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے آپ ﷺ سے اجازت

---

[28] ابو محمد علی بن احمد، الاخلاق والسیر (گوجرانوالہ، لجنۃ المساجد، 2004ء)، 305۔

[29] حاج عباس قمی، کحل البصر فی سیرۃ سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، (نشر عاشورا، 1385ھ)، 103۔

[30] قمی، کحل البصر، 95۔

لی کہ آپؐ کے لئے ایک جگہ بنائیں تاکہ نئے آنے والے آپؐ کو دیکھ کر سمجھ جائیں۔ اجازت لینے کے بعد ہم نے مٹی کا ایک چبوترہ آپؐ کے لئے بنایا، اس کے گرد ہم لوگ بیٹھتے تھے اور آپؐ اس چبوترے پر تشریف فرما ہوتے تھے۔[31]

مذکورہ بالا واقعات سے واضح ہوا کہ نبی مکرم ﷺ نے ہمیشہ عدل و انصاف کا لحاظ رکھا ہے اور اسی عدل وانصاف اور مساوات کی بدولت اہل اسلام کو بقیہ مذاہب کے پیروکاروں سے نمایاں مقام حاصل ہے، آپؐ کا عدل وانصاف اور مساوی سلوک کو اپنی ذات سے شروع کرنا اور صحابہ کرامؓ کے سامنے اسوہ حسنہ کو پیش کرنا اخوت کے فروغ کے لئے بہت معاون ثابت ہوا۔ آج کے اس پُر فتن دور میں بھی اگر ہم دوبارہ اسی عہد نبوی جیسی اخوت کے خواہش مند ہیں تو پھر صحابہ کرامؓ جیسے اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا اور آپؐ کے اخوت کو فروغ دینے والے عوامل اور اسوہ حسنہ کو سامنے رکھنا ہوگا تاکہ اخوت کے نتیجہ میں جنم لینے والے اثرات سے صحیح معنوں میں ہم مستفید ہو سکیں۔

خلاصہ بحث

آں حضور ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام کے اسوے میں ایسی بے شمار مثالیں اور تعلیمات ہیں جو معاصر مسلم معاشرت میں اخوتِ اسلامی کی تاسیس کے عظیم مقصد کی بنیاد بن سکتی ہیں۔ اس حوالے سے چند اہم عملی مثالوں کا عہد نبوی و صحابہ کی مناسبت سے تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں بالخصوص ایثار، احسان، صلحا کی محافل میں شرکت، اظہار محبت اور اخوت، مریضوں کی عیادت اور باہمی امور میں عدل وانصاف جیسے عوامل نمایاں ہیں۔ انھی امور اور اسوۂ نبوی و صحابہ کرام کا لحاظ رکھتے ہوئے عصر حاضر میں بھی امت محمدیہ کے افراد میں اخوت کا رشتہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔

---

[31] ابو علی فضل بن حسن بن فضل، مکارم الاخلاق (قم، مؤسستہ النشر الاسلامی، 1414ھ)، 15۔